روزنامہ
الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون 213029
CPL 61

جلد 47-82 نمبر 153 | ہفتہ 6 ربیع الاول 1418ھ 12 وفا 1376ہش 12 جولائی 1997ء

گناہ سے بچنے کے لئے دعا اور تدبیر دونوں سے کام لو

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

بہت ہیں کہ زبان سے تو خدا تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں لیکن اگر ٹٹول کر دیکھو تو معلوم ہو گا کہ ان کے اندر دہریت ہے کیونکہ دنیا کے کاموں میں جب مصروف ہوتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے قہر اور اس کی عظمت کو بالکل بھول جاتے ہیں اس لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو بغیر اس کے یقین کامل ہر گز حاصل نہیں ہو سکتا۔ وہ اس وقت حاصل ہو گا جبکہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔ گناہ سے بچنے کے لئے جہاں دعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 96)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

اصل بات جو قابل غور ہے' وہ یہ ہے کہ انسان کو نیک بختی اور تقویٰ کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور سعادت کی راہیں اختیار کرنی چاہئیں۔ تب ہی کچھ بنتا ہے (-) خدا تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا' جب تک کہ خود وہ اپنی حالت کو تبدیل نہ کرے۔ خواہ مخواہ کے ظن فاسد کرنے اور بات کو انتہا تک پہنچانا بالکل بے ہودہ امر ہے۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ لوگوں کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ (عبادت کریں۔ خدا کی راہ میں خرچ کریں) اتلاف حق اور بدکاریوں سے باز آئیں۔ یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ بعض وقت جب صرف ایک شخص ہی بدی کا ارتکاب کرتا ہے' تو وہ سارے گھر اور سارے شہر کی ہلاکت کا موجب ہو جاتی ہے۔ پس بدیوں کو چھوڑ دو کہ وہ ہلاکت کا موجب ہیں۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 171)

اخلاق حسنہ کی طاقت جتنی اونچی ہو گی اتنا ہی جماعت احمدیہ کی سربلندی ہو گی

(حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع)

کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ ایک غریب انسان جو سادہ پھٹے ہوئے کپڑوں میں ہو اس کا جسم مجسم نور بن جاتا ہے اور اس کا نور خدا کے فضل اور رحمت کو اپنی طرف اس طاقت کے ساتھ کھینچتا ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ اللہ کا فضل اور رحمت اس پر اس حیرت انگیز شفقت کے ساتھ برستے ہیں کہ وہ شخص جو پھٹے پرانے' سادہ کپڑوں میں ملبوس ہو بسا اوقات اس کی باتیں خدا کی باتیں بن جاتی ہیں۔ چنانچہ (-) فرمایا (-) خبردار ایسے بھی غریب ہیں پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس' پراگندہ بال ان کے سروں پر خاک پڑی ہوتی ہے۔ (-) اگر وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ ایسا ضرور ہو گا تو ضرور ایسا ہو کر رہتا ہے۔ یہ وہ نورانی وجود ہیں جن کی خاک' جن کے کپڑوں کی بدحالی' جن کے سر کے بالوں کا بکھرا ہوا ہونا اور ان میں خاک پڑے ہونا ان کے نور کی طاقت کو روک نہیں سکتے کیونکہ خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایسے غریب اور فقیر لوگ جب کہہ دیتے ہیں کہ خدا کی قسم یہ یونہی ہو گا تو ویسا ہی ہوتا ہے کیونکہ اللہ کی تقدیر ان کی آواز کے ساتھ چلتی ہے۔ یہ وہ تبدیلی کرنے والے لوگ ہیں جو دنیا میں انقلاب برپا کیا کرتے ہیں۔ نہ اچھے کپڑے آپ کے کام آئیں گے نہ خوبصورت' نہ اعلیٰ درجے کی موٹریں ان پہلوؤں سے تو دنیا آپ سے بہت زیادہ آگے نکل چکی ہے۔ ایک ایک ایسا دنیا میں امیر آدمی ہے کہ جس کی دولت تمام دنیا کی جماعت کی دولت کے برابر یا اس سے بھی شاید بڑھ کر ہو تو روپے پیسے میں' ظاہری چمک دمک میں' اپنے کپڑوں کے حسن میں' اپنے مکانوں کی آرائش میں آپ اگر فخر کرتے ہیں تو ایک بے کار فخر ہے ان چیزوں میں کوئی طاقت نہیں' کوئی ان کو دیکھ کر آپ کے پیچھے نہیں چلے گا۔ مگر غربت میں خدا ترسی' غربت میں خدا کے اخلاق کو اپنانا' اس کی صفات حسنہ کو اپنے وجود میں جاری کر لینا صرف یہ ایک طاقت ہے جو جماعت احمدیہ کو نصیب ہو رہی ہے اور بڑھ رہی ہے اور اس کی طرف میں آپ کو بلاتا ہوں۔ اس طاقت کی پرورش کریں' اسے اور بڑھائیں۔ جتنا یہ اخلاق حسنہ کی طاقت اونچی ہو گی اتنا ہی جماعت احمدیہ کی سربلندی ہو گی۔ اتنا ہی گردوپیش کے بڑے بڑے سرکش لوگ بھی آپ کے اخلاق حسنہ کی طاقت کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہوتے چلے جائیں گے اور اس بات کی گواہی ہر طرف سے مل رہی ہے کہ یہی ہوتا ہے اور یہی ہو رہا ہے اور یہی ہو گا۔ بسا اوقات آنے والے جو بیعت کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کس چیز نے آپ کو آمادہ کیا تو کسی احمدی کا نام لیتے ہیں یا اس کے ساتھ آئے ہوں تو اشارہ کرتے ہیں

باقی صفحہ 7 پر

اس وقت صدق و وفا دکھانے کا وقت ہے اور آخری موقعہ دیا گیا ہے

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

ولادت

○ مکرم فاروق احمد صاحب ابن مکرم شیخ طاہر احمد صاحب ظفر فیصل آباد کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ 26- مئی 1997ء کو پہلی بیٹی عطا فرمائی ہے۔ نومولودہ کا نام حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے نعمانہ فاروق عطا فرمایا ہے۔ جو وقف نو میں شامل ہے۔ بچی حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ امیر جماعت فیصل آباد (وفات یافتہ) کی پڑپوتی اور مکرم شیخ خورشید احمد صاحب فیصل آباد کی نواسی ہے۔ احباب کرام سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بچی کو باعمر کرے اور خادمہ دین بنائے۔

جامعہ احمدیہ میں داخلہ
1997ء

۱۔ جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے امیدوار کا فرسٹ ڈویژن میٹرک ہونا ضروری ہے تاہم فرسٹ ڈویژن سے کم نمبر لینے والوں کے لئے ایک ماہ کا کورس مقرر کیا جائے گا جس کے بعد امتحان ہو گا اور Apptitude Test ہو گا اس میں کامیابی کی بناء پر داخلہ کنفرم ہو گا۔
۲۔ امیدوار انٹرویو بورڈ کے تحریری و زبانی امتحان میں پاس ہو
۳۔ کلام الٰہی ناظرہ صحت کے ساتھ پڑھنا جانتا ہو۔
۴۔ مقامی امیر کی سفارش امیدوار کے حق میں ہو
۵۔ میٹرک پاس امیدوار کی عمر کی حد 17 سال اور ایف اے / ایف ایس سی کیلئے 19 سال ہے۔
۶۔ امیدوار کے تفصیلی طبی معائنہ کی رپورٹ تسلی بخش ہو (جو کہ فضل عمر ہسپتال ربوہ میں ہو گا)

جماعت کے ایسے ذہین' ہونہار' خدمت دین کا شوق رکھنے والے نوجوان جو زندگی وقف کر کے جامعہ احمدیہ میں داخلہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنی درخواست یکم اگست تک مقامی جماعت کے امیر/صدر صاحب کی وساطت سے وکالت دیوان تحریک جدید کو ارسال کریں۔

انٹرویو اگست میں ہو گا۔ معین تاریخ کا اعلان عنقریب کر دیا جائے گا۔

(وکیل الدیوان۔ تحریک جدید)

خدا تعالیٰ قا[illegible] [illegible] شے [illegible] چوٹ حاف[illegible] بھر دیو۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

روزنامہ الفضل ربوہ

پبلشر : آغا سیف اللہ - پرنٹر : قاضی منیر احمد
مطبع : ضیاء الاسلام پریس - ربوہ
مقام اشاعت : دارالنصر غربی - ربوہ

قیمت
2 روپے 50 پیسے

12- وفا 1376 ہش — 12- جولائی 1997ء

حقیقی خوشی اور سچی راحت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ (ہماری دلی دعائیں آپ کے لئے) فرماتے ہیں۔

"عقلمند وہ ہے جو عذاب آنے سے پیشتر اس کی فکر کرتا ہے اور دوراندیش وہ ہے جو مصیبت سے پہلے اس سے بچنے کی فکر کرے۔ انسان کو یہی لازم ہے کہ آخرت پر نظر رکھ کر برے کاموں سے توبہ کرے کیونکہ حقیقی خوشی اور سچی راحت اسی میں ہے۔ یہ ایک یقینی امر ہے کہ کوئی بدکاری اور گناہ کا کام ایک لحظہ کے لئے بھی سچی خوشی نہیں دے سکتا۔ بدکار بدمعاش کو تو ہردم اظہار راز کا خطرہ لگا ہوا ہے۔ پھر وہ اپنی بدعملیوں میں راحت کا سامان کہاں دیکھے گا۔ آخرت پر نظر رکھنے والے ہمیشہ مبارک ہیں۔

مرد آخربیں مبارک بندہ ایست۔

دیکھو ان قوموں کا حال جن پر وقتاً فوقتاً عذاب آئے۔ ہر ایک کو یہی لازم ہے کہ اگر دل سخت بھی ہو تو اسے ملامت کر کے خشوع خضوع کا سبق دے۔ رونا اگر نہیں آتا تو رونی صورت بنا دے۔ پھر خود بخود آنسو بھی نکل آئیں گے"

سب سے پہلے تو انسان کو اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ غور و تدبر کے ساتھ اور حصول علم سے یہ بات جان لے کہ اچھائی کیا ہے اور برائی کیا ہے۔ اچھائی اور برائی میں تمیز کرتے ہوئے اس بات کا بھی خیال رکھنا ہوگا کہ کسی خاص مذہب کے مطابق اچھائی کیا ہے اور برائی کیا ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی مذہب کو مانتا ہے اور جو کچھ اس کے متعلق مانتا ہے وہی اس کے خیالات کو اچھا یا برا بنا کر اس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

پس پہلی بات تو یہ ضروری ہے کہ عقائد درست کئے جائیں۔ خدا تعالیٰ کے احکام کو اپنی زندگی پر اس طرح لاگو کیا جائے کہ ان کے متعلق کسی مزید فیصلے کی ضرورت نہ پڑے اگر خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ ایک بات اچھی نہیں ہے تو اسے واقعی اچھی نہ سمجھا جائے۔ اگر ہم اس پر غور کرنے لگیں تو اس بات کا امکان ہے کہ ہم بھٹک جائیں۔ عقائد کے علاوہ جہاں تک اخلاق کا تعلق ہے وہ عام طور پر اگرچہ کلیتًا تو نہیں تمام مذاہب میں ایک جیسے ہیں۔ کسی سے ہمدردی کرنا' کسی کی مدد کرنا' کسی کو راستہ دکھانا' یہ تمام باتیں ایسی ہیں جن کا اخلاق سے تعلق ہے اور ایسے ہی ہیں بہت سے دیگر اخلاق جو ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ اس طرح کم و بیش تو ہو سکتے ہیں کہ کہیں کسی بات پر زیادہ زور اور کہیں کسی اور بات پر زیادہ زور۔ لیکن یہ کہ یہ اخلاق مفقود ہوں یہ بات ماننے کے قابل نہیں۔ مگر عقیدہ چاہے کسی کا کچھ ہی ہو وہ اسے یہی بتائے گا کہ دوسروں کی مدد کرنا اچھا کام ہے۔ اور اسی طرح کے دوسرے اخلاق اس کے سامنے پیش کرے گا۔ لیکن بعض باتیں یقیناً ایسی ہیں کہ جن کے متعلق اگر ہمیں واقفیت نہ ہو اگر ہمیں پوری طرح علم نہ ہو تو ہم انہیں برائی سمجھ ہی نہیں سکتے۔ وہ دینی باتیں ہوتی ہیں جنہیں ایک رنگ میں شرعی بھی کہا جا سکتا ہے۔ ان کے برے اثرات ظاہر تو ہو سکتے ہیں لیکن ہر شخص ان سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے مذہب نے وہ بات منع ہی نہ کی ہو۔ اور اگر منع ہی نہیں کی تو اس کے دل میں وہ بات آئے گی تو کوئی کھٹکا کیوں پیدا ہو گا۔

بہرحال یہ سب باتیں کہنے کا ہمارا مقصد یہ ہے کہ سب سے پہلے تو ہمیں یہ جاننا چاہئے کہ ہمارے عقائد کیا ہیں اور ان عقائد کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور اس کے بعد ہمارے لئے یہ بات بھی لازم ہے کہ ہم عقائد سے ہٹ کر اخلاق پر بھی غور کریں ہر اچھے خلق کو اپنائیں۔ ہم دیکھیں گے کہ اچھے خلق کو اپنانے سے ہمارے دل میں ایک بشاشت پیدا ہو گی اور اچھائی اور برائی کا علم حاصل کرنے سے ہمیں بری بات سے نفرت ہو جائے گی اور اس سے ہم ہر ممکن طریق پر گریز کریں گے۔ ہمیں لازم ہے کہ ہم نیکی کے کاموں میں بشاشت حاصل کریں۔ حقیقی خوشی جیسا کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے اور سچی راحت اسی میں ہے کہ انسان نیکی کے کام کرے۔ نیکیوں پر ترغیب دینے والی بات ایک یہ بھی ہے کہ یہ دنیا تو فانی ہے۔ انسان اس میں عارضی طور پر قیام کرتا ہے اور پھر ایک ایسی جگہ چلا جاتا ہے جو ابدالاباد تک قائم رہے گی۔ جہاں پر انسان کی حقیقی خوشی اسے راحت دے گی۔ اور ہر چھوٹی سے چھوٹی برائی بھی اس کے دل میں کھٹکے گی۔

پس کیوں نہ اس مقام کے لئے یہاں سے تیاری کی جائے۔ نیکیوں کی طرف لگاؤ کو بڑھایا جائے۔ نیکی کرنے کی استطاعت میں اضافہ کرنے کی کوشش کی جائے اور ایسا کرتے ہوئے ہمارے دل کی بشاشت ہمیں مزید ایسے کاموں پر آمادہ کرنے لگے گناہ اور بدکاری سے بچنے کے لئے بہترین طریق یہی ہے کہ انسان نیکیاں کرے۔ جب خدانخواستہ اس سے کوئی ایسی بات سرزد ہو جائے جسے اچھی نہ سمجھا جا سکے تو اسے فوری طور پر عزم صمیم کے ساتھ ایک نیکی کر لینی چاہئے۔ یہ نیکی اس کے دل میں مزید نیکیوں کا جذبہ پیدا کرے گی۔ اور اس طرح اس کی زندگی بہتر سے بہتر ہوتی چلی جائے گی۔

پس حضرت صاحب کے اس ارشاد کے مطابق انسان کو یہی لازم ہے کہ برے کاموں سے توبہ کرے۔ کیونکہ حقیقی خوشی اور سچی راحت اسی میں ہے۔

ستم رانیوں کی یہ جولانیاں ہیں
لئے پھر رہا ہے ہر اک شخص پھندہ
گلے میں کسی کے تو آئیگا پورا
کہیں تو ملے گا کوئی ایسا بندہ
عجب بات ہے کوئی رُکتا نہیں ہے
سبھی جانتے ہیں یہ ہے کام گندہ

ابوالاقبال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ماہنامہ تحریک جدید مارچ اپریل 1989ء

رفقاء حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

حضرت حافظ حامد علی صاحب

حضرت حافظ حامد علی صاحب موضع تھہ غلام نبی گورداسپور کے باشندے تھے۔ یہ موضع قادیان سے چھ میل کے فاصلہ پر جانب شمال مغرب میں واقع ہے۔ آپ کا رنگ گندم گوں جسم دبلا پتلا۔ قد میانہ۔ داڑھی گھنی نہ تھی بلکہ صرف کلوں پر۔ بشرہ پر متانت کے ساتھ تعلق باللہ کے آثار نمایاں تھے۔ والد صاحب محترم اور والدہ صاحبہ دونوں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے رفقاء میں سے تھے۔

حضرت حافظ روشن علی صاحب روایت کیا کرتے تھے کہ حافظ حامد علی صاحب سید ہیں اور ان کا شجرہ نسب ملتان کے خاندان سادات سے ملتا ہے اور گگے زئی اس طرح مشہور ہوئے کہ ان کے کوئی بزرگ اپنے ننھیال گگے زئیوں میں یہاں آرہے تھے اس لئے سادات کی بجائے گگے زئی کہلائے۔

انہیں اس بات پر فخر اور ناز تھا کہ میں احمدی ہوں اور اس وقت سے احمدی ہوں کہ جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ابھی دنیا کی نظروں سے پوشیدہ تھے۔

حضرت عرفانی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ حضرت صاحب کا کوئی سفر ایسا نہیں ہوا جس میں حافظ حامد علی صاحب بشرطیکہ وہ یہاں موجود ہوں ساتھ نہ ہوں اور اس سفر کا سارا اہتمام اور انتظام ان کے ہی سپرد ہوتا تھا حضرت صاحب شادی کے لئے دہلی تشریف لے گئے تو براتیوں میں حافظ صاحب بھی شامل تھے جو سب سے نمایاں تھے۔ آپ ہی اس شادی میں تمام انتظام کرنے والے تھے اور حضرت صاحب نہایت بے تکلفی سے ہر ایک بات موقعہ کے مناسب حال آپ سے کرتے تھے۔

حضرت بانی سلسلہ چلہ کشی کے لئے قادیان سے باہر جانا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ آپ کی عقدہ کشائی ہوشیار میں ہوگی۔ چنانچہ حضرت صاحب 22 جنوری 1886ء کو وہاں تشریف لے گئے۔ اس عظیم الشان تاریخی موقعہ پر حضرت بانی سلسلہ نے جن رفقاء کو اپنے ساتھ لیا ان میں سے ایک حافظ حامد علی صاحب بھی تھے۔ اور وہاں آپ کے فرائض میں گھر کا بالائی کام اور آنے جانے والوں کی مہمان نوازی کرنا تھا۔

حضرت عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت حافظ حامد علی صاحب علمی مذاق کے آدمی نہ تھے اور حضرت بانی سلسلہ کی صداقت کے لئے آپ کو کسی دلیل کی حاجت نہ تھی اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کو کسی دلیل کا علم نہ تھا۔ اور آپ مباحثات اور ردو قدح کے مقام سے بالکل الگ تھے۔ آپ کی نگاہ میں حضرت صاحب کی صداقت کی دلیل خود حضرت بانی سلسلہ ہی کی ذات تھی۔ میں نے ایک مرتبہ پوچھا کہ حافظ صاحب! آپ نے کن دلائل سے حضرت بانی سلسلہ کو صادق سمجھا تو فرمایا کہ سورج کی سچائی کی دلیل خود سورج ہے۔ میرے لئے آپ کا وجود اور عمل ہی دلیل صداقت ہے۔

محترم عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ یوں تو سلسلہ احمدیہ میں ہو کر حافظ صاحب ہر ایک سے محبت و اخلاص کا برتاؤ کرتے اور اخوت کے مراتب کو مدنظر رکھتے اور میں نہیں جانتا کہ ایک بھی آدمی ایسا ہو جس کو حافظ صاحب کے متعلق کچھ شکایت ہو۔ آپ ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملتے تھے لیکن جیسا کہ انسانی فطرت ہے بعض لوگوں سے آپ کو خاص طور پر محبت تھی اور میں نے جہاں تک دیکھا اس محبت کا معیار خود حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے محبت و اخلاص تھا۔ جس قدر آپ کسی کو حضرت صاحب کی محبت میں فانی اور گم پاتے اسی قدر آپ اس سے زیادہ محبت کرتے۔

حضرت بانی سلسلہ حافظ صاحب سے بہت محبت رکھتے تھے۔ حافظ صاحب بھی آپ کے جاں نثار خادم تھے۔ حافظ صاحب بہت کم سخن اور خاموش سیرت انسان تھے۔ عبادات میں انہوں نے حضرت بانی سلسلہ کے رنگ کو حاصل کیا تھا۔ حضرت صاحب نے ان کی تعریف میں فرمایا تھا۔ "جیسی خدمت شیخ حامد علی نے کی ہے وہ میری خدمت کسی دوسرے نے نہیں کی اور یہ میرے ساتھ ہمیشہ رہا ہے۔ جنت میں بھی میرے ساتھ اسی طرح ہوگا"

حضرت حافظ صاحب نے 8 ستمبر 1919ء کو وفات پائی۔ آپ کی عمر اس وقت 65 برس تھی۔

حضرت چوہدری نصراللہ خاں صاحب

حضرت چوہدری نصراللہ خاں صاحب ضلع سیالکوٹ کے ایک معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے آبائی مسکن ڈسکہ ضلع سیالکوٹ تھا۔ آپ کی قوم ساہی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ زیادہ تر علاقہ منٹگمری میں آباد تھی۔ چنانچہ منٹگمری کا پرانا نام ساہیوال تھا۔ کسی وقت پنجاب کے ایک علاقہ پر اس قوم کی حکومت تھی۔ اس خاندان کی یہ شاخ اب دین حق کی پیرو کار ہے۔

(میری والدہ)

محترم چوہدری نصراللہ خانصاحب کی شادی محترمہ حسین بی بی صاحبہ سے ہوئی۔ جن کی ولادت 1862ء میں چوہدری الٰہی بخش صاحب کے ہاں آبائی مسکن داتا زید کا (ضلع سیالکوٹ) میں ہوئی۔ قوم باجوہ تھی جو سیالکوٹ کی زمیندار اقوام میں نہایت معزز قوم سمجھی جاتی ہے۔ دونوں خاندانوں کی پہلے بھی رشتہ داری تھی۔

چوہدری نصراللہ خان صاحب کی طبیعت بہت نازک اور حساس تھی اور والد صاحب سے انہیں بہت حجاب تھا۔ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد صاحب کے ساتھ نہ کبھی بے تکلفی سے کلام کیا تھا اور نہ کبھی سیر ہو کر ان کے چہرہ کو دیکھا تھا۔ چوہدری صاحب موصوف طالب علمی میں ایک شریف' صاف گو اور قابل فخر طالب علم سمجھے جاتے تھے اور اسی وجہ سے طلبہ میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ وکالت کا امتحان پاس کرنے سے قبل آپ نے بطور مختار ڈسکہ ہی میں پریکٹس شروع کر دی تھی لیکن وکالت کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے سیالکوٹ میں پریکٹس شروع کی اور وہیں رہائش اختیار کی۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے سیالکوٹ تشریف آوری کے وقت تک چوہدری صاحب موصوف کی طبیعت بہت حد تک احمدیت کی طرف راغب ہو چکی تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ اب آخری فیصلہ کا وقت آپہنچا ہے۔ چنانچہ چند دن بعد ہی وہ حضرت بانی سلسلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کرلی۔ بیعت کر لینے کے بعد ان کی زندگی میں ایک نیا دور شروع ہوا۔ وہ سیالکوٹ میں ایک ممتاز ہستی تھے اور اپنے پیشہ کے لحاظ سے بہت معروف' مالی اور دیوانی مقدمات میں سب سے زیادہ قابل وکیل تھے۔ ان کی پریکٹس نہایت کامیاب پریکٹس تھی۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو کر انہوں نے میونسپلٹی کی وائس پریذیڈنٹی سے استعفیٰ دے دیا اس کی وجہ ان کی مخالفت نہ تھی بلکہ انہوں نے اس وقت کو بچانے اور سلسلہ کی خدمت کے لئے ایسا کیا۔

حضرت میر محمد اسحاق صاحب نے چوہدری صاحب موصوف کے متعلق بیان کیا کہ۔

"گو میں نے چوہدری صاحب کو سب سے پہلے 1904ء میں گورداسپور کے مقام پر دیکھا تھا جبکہ وہ ابھی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل نہیں ہوئے تھے اور کرم دین والے مقدمہ میں بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے بطور صفائی کے گواہ کے پیش ہوئے تھے مگر پوری طرح تعارف ان سے 1914ء میں ہوا جبکہ وہ اور میں ایک ہی ریزولیشن کے ذریعہ مجلس معتمدین کے ممبر تجویز کئے گئے یہ پہلا تعلق تھا جو مجھے سلسلہ عالیہ کے انتظامی کاروبار میں ان سے ہوا۔ پھر وہ مشیر قانونی تھے اور میں بہشتی مقبرہ کا افسر ہوا۔ یہ دوسرا تعلق تھا۔ پھر میں کچھ عرصہ مجلس معتمدین کا سیکرٹری رہا اور وہ بہشتی مقبرہ کے افسر تھے۔ اس طرح ایک حیثیت سے وہ میرے ماتحت تھے تو یہ تیسرا تعلق تھا پھر وہ مجلس معتمدین کے پریذیڈنٹ تھے اور میں سیکرٹری تو اس طرح میں ان کے ماتحت تھا۔ یہ چوتھا تعلق تھا پھر بالآخر وہ ناظر اعلیٰ ہوئے اور خاکسار ناظر ضیافت ہو کر ان سے مل کر کام کرتا رہا۔ یہ پانچواں تعلق تھا۔ غرض مذکورہ بالا پانچ قسم کے تعلق تھے جو 1914ء سے 1926ء تک مجھے چوہدری صاحب سے پڑتے تھے۔"

محترم چوہدری صاحب موصوف کی ذاتی خوبیاں قابل تذکرہ ہیں۔ آپ عبادت باجماعت کے نہایت پابند تھے۔ نہایت خشوع و خضوع اور اطمینان سے عبادت کرتے تھے۔ آپ کا ایک وصف کم گوئی تھا۔ آپ نہایت کم گو تھے۔ بے ضرورت بات کبھی نہ کرتے باوجود اس کے کہ قادیان میں آنریری کام کرتے تھے اور کسی کام کا کوئی معاوضہ آپ نے نہیں لیا۔ مگر جس صیغہ میں کام کیا نہایت پابندی وقت سے کیا۔ آپ جس وقت کام کرتے تھے تو کام میں ایسے مشغول اور منہمک ہوتے تھے کہ اردگرد کے شور و شر یا اپنی طرف متوجہ کرنے والی باتوں سے متاثر نہ ہوتے تھے۔

محترم چوہدری صاحب موصوف کا انتقال پرملال دو اور تین ستمبر 1926ء کی درمیانی شب کے آٹھ بجے ہوا۔

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب

نواب محمد عبداللہ خان صاحب حضرت نواب محمد علی خانصاحب آف مالیر کوٹلہ کے فرزند تھے۔ یکم جنوری 1896ء کو آپ کا تولد ہوا۔ آپ اڑھائی تین سال کے تھے کہ والدہ کی شفقت بھری گود سے محروم ہو گئے۔ آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ جب قادیان گئے تو عمر چھ سال تھی اور آپ کو قریباً ساڑھے چھ سال تک حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے قرب میں قیام کا اور آپ کی شفقت کا اور نگرانی کا مورد ہونے کا زریں موقعہ میسر رہا۔

آپ کے خاندان کے قدیمی ملازم میاں رحم دین کا بیان ہے کہ ہم چند افراد میاں عبداللہ خانصاحب اور ان کی بہن اور بھائیوں کی خدمت پر مقرر تھے۔ یہ سب بہت پیار اور محبت سے رہتے تھے۔ میاں صاحب موصوف اپنے والد صاحب کی بات سنجیدگی اور متانت سے مانتے۔ عدم توجہی اور گستاخی آپ کے رویہ میں ہرگز نہ تھی۔ رجحان بچپن سے ہی مذہبی تھا۔ اپنے ملازموں سے بہت محبت اور حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ آپ کے ابتدائی اساتذہ حکیم محمد زمان صاحب حضرت حافظ روشن علی صاحب اور حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی تھے جو اکثر سفر و حضر میں ہمراہ رہتے تھے اور آپ نے انہی سے تربیت حاصل کی تھی اور آپ ان سے بہت عزت و تکریم سے پیش آتے۔"

حضرت نواب عبداللہ خان صاحب کا لاہور کے کالجوں میں پڑھے ہوئے احمدی طلباء کے ایک حصہ پر بہت بڑا احسان ہے۔ جب آپ نے میٹرک پاس کر لی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور کے گورنمنٹ کالج میں داخل ہوئے تو اس وقت تک احمدی طلباء مختلف کالجوں کے ہوسٹلوں میں رہتے تھے اور ان کے یکجا رہنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ آپ نے دوڑ دھوپ کر کے احمدیہ ہوسٹل قائم کروایا اور اس کے لئے بہت اچھا مکان کرایہ پر لیا گیا۔

آپ کا مقام سلسلہ عالیہ احمدیہ میں عزت و احترام کا حامل تھا۔ کیونکہ آپ کو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے فخر دامادی حاصل تھا۔ سلسلہ کے ساتھ آپ کو جو مخلصانہ تعلق تھا وہ اس حقیقت سے عیاں ہے کہ آزادی ملک کے معاًبعد جب جماعت احمدیہ مشکلات سے دوچار تھی۔ آپ نے صدر انجمن احمدیہ کے کام کی پوری ذمہ داری کو ناظر اعلیٰ کی حیثیت میں سنبھالا۔ یہ وہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زمانہ تھا جبکہ صدر انجمن احمدیہ مالی لحاظ سے سخت مشکلات میں تھی۔ اسے آدمیوں کی بھی ضرورت تھی۔ جماعتی یکجہتی اور تنظیم کو قائم رکھنے کے لئے اپنے امام کی اطاعت میں اس کی معاونت کی اشد ضرورت تھی۔ آپ نے اس ذمہ داری کو اپنی صحت کے آخری ایام تک جفاکشی کے ساتھ ادا کیا۔

آپ نے 18 ستمبر 1961ء بروز دوشنبہ بوقت ساڑھے آٹھ بجے صبح لاہور میں بعمر 66 سال وفات پائی۔

حضرت نواب عبداللہ خاں صاحب خدا تعالیٰ کے شاکر بندے تھے اور غالباً یہ ان کے کیریکٹر کا سب سے نمایاں پہلو تھا۔ ہر حالت میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے نہیں تھکتے تھے۔ ان کا ایک نمایاں وصف مہمان نوازی بھی تھا۔ وہ اپنے احباب کی دعوتیں کر کے جتنے خوش ہوتے تھے اور کسی بات سے اتنا خوش نہ ہوتے۔ آپ دل کے غریب' غریب دوست اور غریب نواز انسان تھے۔ لیکن حق بات کہنے میں وہ نڈر تھے اور حق گوئی میں وہ کسی کا بھی لحاظ نہ رکھتے تھے۔ تمام دنیوی سامان میسر ہوتے ہوئے بھی آپ نے نہایت سادہ زندگی گزاری۔ تکلفات کو اپنی ذات میں کبھی داخل نہیں ہونے دیا۔ سلسلہ کی ہر مالی و قالی خدمت میں سب سے پیش پیش رہے۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر بے شمار رحمتیں ہوں۔

حضرت میر محمد اسماعیل صاحب

حضرت میر محمد اسماعیل صاحب وہ خوش نصیب رفیق ہیں جنہیں بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نسبتی بھائی ہونے کا فخر حاصل ہوا۔ آپ اپنی عظیم بہن سے سولہ برس چھوٹے تھے۔ حضرت سیدہ کی ولادت 1865ء کی ہے۔ ان کی ولادت کے بعد حضرت میر ناصر نواب صاحب کے ہاں پانچ بچے پیدا ہوئے جو سب خدا کی مشیت نے اپنے پاس بلا لئے۔ ان کے بعد 18۔ جولائی 1881ء بروز دو شنبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لڑکا عطا فرمایا جن کا نام اسماعیل رکھا۔ جن کا وجود لوگوں کے لئے بہت نافع الناس ثابت ہوا جو سماء احمدیت کے درخشندہ ستارے ثابت ہوئے۔

حضرت میر محمد اسماعیل صاحب 1900ء میں ایف۔ ایس۔ سی کے امتحان میں فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اور اہل خانہ سبھی کا مشورہ یہی تھا کہ ڈاکٹری میں داخلہ لیا جائے... جب داخلہ کا وقت آیا تو محترم میر صاحب کو بوجہ فسٹ ڈویژن کے بارہ روپے ماہوار وظیفہ حکومت کی طرف سے آپ کو باقاعدہ پانچوں سال وظیفہ ملتا رہا۔ اسی طرح آپ کی ڈاکٹری کی تعلیم مکمل ہوئی... جب آپ میڈیکل کے آخری سال کا امتحان دے چکے نتیجہ کے بارہ میں فکر تھی تو بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا "اسسٹنٹ سرجن" چنانچہ آپ تمام پنجاب میں اول نمبر پر پاس ہوئے۔ ملازم ہو کر دہلی متعین ہوئے 1907ء میں لاہور میو ہسپتال میں متعین ہوئے۔ اس کے علاوہ پانی پت گوجرہ چکوال ضلع ڈیرہ غازی خان سرسہ ضلع حصار' لائل پور فاضلکا ضلع فیروز پور گورداسپور اور شملہ وغیرہ میں آپ متعین رہے۔

"حضرت میر محمد اسماعیل صاحب نے ریتی چھلہ کے قریب دار العلوم میں اپنا مکان بنوایا۔ ریٹائر ہونے کے بعد اس میں قیام کیا.... آپ کا اندرون شہر ایک اور مکان تھا جس کا نام کنج عافیت آپ نے رکھا۔ وہ آپ نے سلسلہ کے لئے وقف کر دیا تھا"

حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے عشق کی حد تک محبت تھی اور بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو بھی آپ سے بہت تعلق تھا۔ قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر نے تو آپ کے لئے بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے "منظور نظر" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ 1906ء میں جب صدر انجمن احمدیہ کا قیام عمل میں آیا تو بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے آپ کو بھی اس کا ممبر مقرر فرمایا 1924ء میں قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر انگلستان کے سفر پر تشریف لے گئے تو حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کو آپ نے ناظر اعلیٰ مقرر فرمایا اس موقع پر حضرت صاحب نے فرمایا۔ "ان کے دل میں بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی محبت بلکہ عشق خاص طور پر پایا جاتا ہے۔ اس محبت کی وجہ سے روحانیت کا ایک خاص رنگ ان میں پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں۔ ایسی ٹھوکر سے جو دوسروں کو لگ جاتی ہے۔ یا لگ سکتی ہے۔ خدا نے ان کو محفوظ کیا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ اس تعلق کی وجہ سے جو برکات ان پر نازل ہوتی ہیں ان کے باعث جماعت کے لئے بہت مفید ثابت ہوں گے۔

علم کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ علم ادیان اور علم الابدان حضرت میر صاحب علم کی دونوں اقسام کے جامع تھے۔ آپ ایک ماہر سرجن ہمدرد ڈاکٹر نافع الناس کے ساتھ ساتھ دینی علوم پر گہری دسترس رکھتے تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد جہاں آپ کا طبی فیضان جاری رہا وہاں الفضل کے صفحات شاہد ہیں کہ ہر اہم اور پیش آمدہ مسئلہ پر آپ کے اسپ قلم نے جولانیاں دکھائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کو ان کی وفات کے وقت کے بارہ میں بھی بتلایا دیا تھا۔ مرزا عزیز احمد صاحب راوی ہیں کہ وفات سے کچھ عرصہ قبل میر صاحب نے مرزا منور احمد صاحب کو بتلایا کہ میری وفات چھیاسٹھ سال کی عمر میں ماہ جولائی میں جمعہ کے دن ہو گی اور یہ بات میں ایک خواب کی بناء پر کہتا ہوں۔"

18۔ جولائی 1947ء جمعہ کا روز تھا.... سات بج کر چالیس منٹ پر آپ نے آخری سانس لی اور میر ناصر نواب کا لخت جگر۔ اماں جان کا بھائی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا منظور نظر اپنے خدا کے حضور حاضر ہو گیا۔

حضرت میر صاحب عشق الٰہی کا چلتا پھرتا مجسمہ تھے۔ سلسلہ کی عزت و عظمت کا قیام ان کا مطمح نظر تھا۔ وہ ہر وقت دینی مطالعہ میں مستغرق رہتے۔ خدا کی قدرتوں پر فکر کرتے رہتے۔ بڑے نکتہ رس عالم دین تھے۔"

حضرت میر محمد اسحاق صاحب

"حضرت میر محمد اسحاق صاحب 1890ء میں لدھیانہ میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد محترم میر ناصر نواب صاحب ملازم تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام سید بیگم صاحبہ تھا۔ زندہ رہنے والے ایک بہن اور دو بھائیوں سے آپ چھوٹے تھے.... آپ نے عشق رسول ؐ، علم' سیرت' حسن سلوک اور خدمت سلسلہ کی وہ حسین یادیں چھوڑی ہیں جنہوں نے انہیں زندہ جاوید کر دیا۔"

"باقاعدہ اور بے قاعدہ مولوی عبدالکریم صاحب حافظ روشن علی صاحب مولوی سرور شاہ صاحب مولوی محمد اسماعیل صاحب اور قدرت ثانیہ کے مظہر اول سے عربی علوم پڑھنے کی کوشش کی۔ 1910ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا.... حضرت میر صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ' استاذ الجامعہ' قاضی سلسلہ' ناظر اصلاح وارشاد' ناظر مال' ناظر ضیافت ممبر صدر انجمن احمدیہ' صدر مجلس ارشاد' افسر جلسہ سالانہ کے جلیل القدر عہدوں پر متمکن رہے اور جس محکمہ میں آپ کا تقرر ہوا آپ نے اس میں ایک نئی زندگی پیدا کر دی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کی انتظامی صلاحیتوں سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ آپ سخت محنتی اور انتھک انسان تھے۔ جن لوگوں نے قادیان دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت میر صاحب جن دنوں دار الانوار میں رہتے تھے۔ گرمیوں' سردیوں میں جامعہ احمدیہ جو قادیان کے ایک طرف تھا پیدل جاتے تھے۔ آپ وقت کی بہت پابندی فرماتے۔"

حضرت میر صاحب خود ایک قادر الکلام مقرر تھے۔ وہ مدمقابل کو اس طرح گھیرتے تھے جس طرح شکاری شکار کو گھیرتا ہے..... مدرسہ احمدیہ کے ایک استاد بیان کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے جو قوم سٹیج پر قابض ہو جاتی ہے وہ دنیا میں غلبہ پاتی ہے۔"

"آپ کا لباس بہت سادہ تھا۔ شلوار' قمیض گرمیوں میں زین کا کوٹ اور سردیوں میں سر پر ٹوپی ہوتی اور پاؤں میں گرگابی.... بچپن میں آپ کا جسم دبلا پتلا تھا۔ آخر میں آپ کا جسم بھاری ہو گیا تھا۔ چہرہ بہت بارعب تھا۔ آنکھوں کے پپوٹے بھاری تھے۔ آپ کی چال میں بہت وقار ہوتا۔ میں نے ایک موقعہ پر دیکھا یک دم بادل اٹھا اور بارش شروع ہو گئی۔ آپ بارش میں یوں چلے آ رہے ہیں جیسے کوہ وقار۔ آپ فرمایا کرتے تھے جب بیت کی طرف آؤ تو سکینت اور وقار سے آؤ۔"

"حضرت میر صاحب صرف تقریر میں ہی کمال نہ رکھتے تھے آپ کا طرز تحریر اتنا موثر' محتاط اور دلنشیں تھا کہ پڑھنے والا عش عش کر اٹھتا۔ آپ نے بعض اہم موضوعات پر قریباً بیس کتب تصنیف فرمائیں۔"

دار الانوار میں ایک روز دو ناظر صاحبان اپنے اپنے باغوں کے درختوں کا ذکر کر رہے تھے۔ کسی نے اپنے باغ کے آموں کا ذکر کیا اور کسی نے امرود کے درختوں کے لگانے کا ذکر کیا۔ یہ ذکر ہو رہا تھا کہ عین اس وقت دار الشیوخ کے چند یتیم و مسکین بچے جن میں بعض نابینا بھی تھے سامنے سڑک سے گزرے۔ حضرت میر صاحب نے ان بچوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔ میں نے تو یہ پودے لگائے ہیں۔ خدا ان کو سرسبز و شاداب رکھے اور پروان چڑھائے۔ نجانے اب ان دونوں ناظروں کے باغوں میں جو پودے انہوں نے لگائے تھے وہ محفوظ بھی ہیں یا نہیں لیکن جو پودے حضرت میر صاحب نے لگائے وہ پھل پھول رہے ہیں۔

حضرت میر صاحب نے سترہ مارچ 1944ء کو رحلت فرمائی۔ اخبار الفضل نے آپ کی وفات کی خبر ان الفاظ میں دی:۔

قادیان 17 مارچ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا وہ نہایت ہی قیمتی اور گراں مایہ وجود نہ صرف بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقدس خاندان سے نہایت ہی قریبی تعلق رکھنے کی وجہ سے اپنی خاندانی اور ذاتی اعلیٰ صفات کے لحاظ سے ایک خاص وجود تھا جو دینی علوم و معارف کا بحر بیکراں تھا جو احمدیہ اخلاق اور تہذیب کا اعلیٰ نمونہ تھا جو ہر مصیبت زدہ کا مددگار اور ہر محتاج کا دستگیر تھا جو یتیموں کا ملجاء اور بیواؤں کا ماویٰ تھا جس کا دست سخا نہایت وسیع تھا جس نے ساری عمر متوکلانہ زندگی بسر کی۔ جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت دین اور خدمت خلق اللہ کے کے لئے وقف تھا جو احمدیت کا ایک درخشندہ اور ضوفشاں ستارہ تھا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ جس کی خوبیوں کا شمار ہم سے ممکن نہیں یعنی حضرت میر محمد اسحاق صاحب انہیں آج بروز جمعہ یکایک خدا تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔"

(الفضل 19 مارچ 1944ء)

قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر نے آپ کی وفات پر فرمایا:۔

"میر محمد اسحاق صاحب خدمات سلسلہ کے لحاظ سے غیر معمولی وجود تھے۔ درحقیقت میرے بعد علمی لحاظ سے جماعت کا فکر اگر کسی کو تھا تو ان کو.... ایسے شخص کی وفات پر طبعاً لوگوں میں یہ احساس پیدا ہوتا کہ اب ہم کیا کریں گے لیکن اگر ہماری جماعت کا ہر شخص ویسا ہی بننے کی کوشش کرتا تو آج یہ احساس نہ پیدا ہوتا کہ اب ہم کیا کریں گے.... احباب کی اس غلطی کی وجہ سے کہ ہر ایک نے وقت پر اپنے آپ کو سلسلہ کا واحد نمائندہ تصور نہ کیا اور اس کے لئے کوشش نہ کی۔ آج میر صاحب کی وفات ایسا بڑا نقصان ہے کہ نظر آ رہا ہے اس نقصان کو پورا کرنا آسان نہیں۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے زمانہ میں مولوی عبدالکریم صاحب اس طرز کے آدمی تھے۔ ان کے بعد حافظ روشن علی صاحب تھے اور تیسرے اس رنگ میں میر صاحب رنگین تھے۔"

(از اخبار الفضل یکم اپریل 1944ء)

حضرت مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری

حضرت مولانا حسن علی صاحب ولد محمد علی صاحب (ولادت 22۔ اکتوبر 1852ء بمقام بھاگلپور۔ وفات 1896ء) بہت ذہین تھے۔ آپ نے عربی فارسی اور اردو سیکھی۔ بوجہ مذہبی رجحان ایف اے سے تعلیم ترک کر دی اور مذہبی تحقیقات میں سرگرداں رہے۔ پھر پٹنہ

باقی صفحہ 7 پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی

تازہ بستیاں آباد

نقل مکانی انسانی زندگی کا ہمیشہ سے حصہ رہی ہے کیونکہ انسان ایک ہی ماحول یا ملک میں تنگی ترشی یا عدم استحکام کے آثار دیکھتا ہے تو اس جگہ سے نقل مکانی کر جاتا ہے۔ انسانی زندگی کا ارتقا نقل مکانی کی گوناگوں کیفیتوں کا مظہر رہا ہے اور ہے۔ قیام پاکستان کے وقت برصغیر ہند میں بھی ایک عظیم نقل مکانی وجود میں آئی۔ اس نقل مکانی کو بیسویں صدی کی سب سے بڑی نقل مکانی قرار دیا گیا کیونکہ لکھو کھا انسان اپنے پرکھوں کا وطن چھوڑ کر اپنے نئے وطن کی طرف چل پڑے۔ وہ وطن جس کا خواب ان لوگوں نے دیکھا تھا امن سکون آشتی اور آزادی کا وطن! اس وطن تک پہنچنے میں بہت جانیں تلف ہوئیں۔ کچھ راہ میں کھیت رہے کچھ یہاں پہنچ کر غریب الوطنی کے آلام کا شکار ہوئے۔

میں 1990ء میں دوسری بار نقل مکانی کا شکار ہوا تو میں نے انگریزی میں ایک نظم لکھی۔ اس نظم کا اردو میں اب تک ترجمہ نہیں ہوا مگر اس نظم نے یہاں کے ادبی حلقوں سے تحسین وصول کی۔ اس انگریزی نظم کا اردو ترجمہ درج کر رہا ہوں۔ اس نظم کا عنوان تھا "دو نسلوں کا فرق"۔

"نصف صدی پہلے' میرے آباؤ اجداد نے' آزادی اور اطمینان کی خاطر' اپنے خوابوں کی سر زمین کی طرف نقل مکانی کی۔ نصف صدی کے بعد ان کی اولاد نے بھی انہی مقاصد کی خاطر نقل مکانی کی مگر ایسی سرزمین کی جانب' جو انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھی تھی!"

یہ داستان پہلی نقل مکانی کے بعد کی داستان ہے۔ ہم لوگ قادیان سے نکلے تو انفرادی طور جہاں جہاں جس جس کے سینگ سمائے' جا بیٹھا مگر جماعت کو بہرحال ایک مرکز درکار تھا۔ بنا بنایا مرکز کہاں سے آتا؟ جماعت کو کسی ایسے خطہ زمین کی ضرورت تھی جہاں وہ اپنا مرکز تعمیر کر کے اپنے مشن کو جاری رکھ سکے۔ ادھر قدرت مہربان تھی۔ اس نے صدیوں سے ایک بے آباد قطعہ زمین اسی مقصد کے لئے مختص کر رکھا تھا۔ یہ بے آب و گیاہ خطہ زمین' دریا کے کنارہ پر ہونے کے باوجود روئیدگی سے عاری تھا۔ ڈاکٹر وزیر آغا صاحب نے بعد کو مجھے بتایا کہ یہ علاقہ اتنا بے آباد اور خوف ناک تھا کہ ہم لوگ دن کے وقت بھی یہاں سے گزرتے ہوئے ڈرتے تھے اور موٹر کی رفتار تیز کر دیا کرتے تھے۔ شور سے بھرپور زمین اور کالے کالے پہاڑ' پرانا قبرستان' خوف کے سارے قرینے موجود تھے۔ بہت سے لوگ اس قطعہ زمین کو دریا سے پانی اٹھا کر یا زمین سے پانی نکال کر اسے سیراب کرنے میں ناکامی کا اعلان کر چکے تھے اور لاکھوں روپیہ برباد کر چکے تھے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ نے جب اس بے آب و گیاہ اور بانجھ خطہ زمین کو چنا تو اردگرد کے لوگوں نے یہی سوچا ہوگا کہ عجیب سرپھرے لوگ ہیں اس بنجر زمین کو لے کر کیا کریں گے؟ انہیں یہ علم نہیں تھا کہ یہ جماعت واقعی سرپھروں کی جماعت ہے ظاہری مشکلات اس جماعت کا رستہ نہیں روک سکتیں۔ کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد!

ہم لوگ قادیان سے چلے تو اپنے آبائی گاؤں چنگا بنگیال ضلع راولپنڈی میں جا کر رکے کیونکہ ابا جان دوسرے ساتھیوں کے ساتھ قید کر لئے گئے تھے۔ 1948ء میں جب سیاسی قیدیوں کا تبادلہ ہوا تو رہا ہو کر پاکستان آئے۔ ان کے آنے کے بعد ہم لوگ ربوہ آئے۔ اس وقت میں ورنیکولر فائنل کا امتحان دینے والا تھا مگر ابا جی کو مرکز میں حاضری دینا تھی اس لئے اللہ میاں نے اس آزمائش سے بچا لیا۔ رکھ لی بھری خدا نے میری بیکسی کی شرم!

تعلیم الاسلام ہائی سکول چنیوٹ میں اور جامعہ احمدیہ احمد نگر میں تھا۔ ربوہ میں ہماری عمر کے بچوں کا کوئی سکول نہیں تھا۔ ربوہ میں کچے مکانوں کی آبادی تھی لمبی لمبی قطار میں کچی اینٹوں سے بنے ہوئے مکان۔ انجمن کے دفاتر کا بھی یہی اسلوب تھا۔ تین چار لمبی بیرک نما عمارتیں تھیں جنہیں چھوٹے چھوٹے کمروں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہم بچوں کو دفاتر کی طرف جانے کی اجازت نہیں تھی۔ صرف ایک دو بار ابا جی کو بلانے کے لئے جانا پڑا کیونکہ امی بہت بیمار تھیں۔ آخر اسی بیماری میں انہوں نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی اور ربوہ کے بہشتی مقبرہ کے اولیں آباد کاروں میں شمار ہوئیں۔ یہ 1951ء کی بات ہے۔ اس وقت میں دسویں جماعت میں تھا اور چند مہینوں میں میٹرک کا امتحان دینے والا تھا۔ اسی لئے گھر کے اداس اور پریشان ماحول سے دور رکھنے کے لئے ابا جی نے سکول کے بورڈنگ ہاؤس میں داخل کروا دیا۔ مگر ہمارا سارا وقت رحمانی صاحب کے ہاں پھوپھی صوفیہ کے ہاں گزرتا تھا۔ سردار مصباح الدین صاحب کے گھر والوں سے اور سردار نذر حسین صاحب بلوچ کی بیٹی آپا لطیفی کے ساتھ قادیان سے تعلق تھا اس لئے ان لوگوں نے ماں کا غم بھلا دیا اور ہم امتحان دے کر ربوہ آگئے۔

ربوہ کے ابتدائی دنوں کی آبادی خیموں میں تھی ہم نے خیمے نہیں دیکھے مگر عبدالسلام اختر صاحب نے خیموں کا ذکر اتنی تفصیل سے ہمارے سامنے کر رکھا تھا کہ ہمیں خیموں کی آبادی اپنی آنکھوں دیکھی بات لگتی تھی۔ اختر صاحب بتایا کرتے تھے کہ پہلی رات ہم لوگ خوف کے مارے سو بھی نہیں سکے۔ کچھ اجنبی جگہ کا خوف' ویرانی کا ڈر کچھ گیدڑوں کی ہاؤ ہو۔ خیموں میں رہنا تو جماعت والوں کے لئے اچنبھے کی بات نہیں تھی کیونکہ خدام کے اجتماعات میں خیموں میں ہی رہنا پڑتا تھا۔

ہمیں تو یہ بات یاد ہے کہ حضرت صاحب کا قصر امامت بھی کچا تھا۔ اس کے ساتھ ایک کچی الیست تھی۔ اس میں حضرت صاحب عبادت کے لئے تشریف لاتے اور خطبہ دیا کرتے تھے۔ سخت گرمی کے دنوں میں بھی حضرت صاحب ظہر یا عصر کی عبادت کے بعد مجلس عرفان کے لئے تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ ذہن میں ابھی تک وہ تصور مستحضر ہے حضرت صاحب محراب میں تشریف رکھتے ہیں۔ ایک دو خادم پنکھا جھل رہے ہیں۔ حضرت صاحب کی قمیض پسینہ سے جسم پر چپک رہی ہے۔ ایک دو بار حضرت صاحب نے سر سے پگڑی بھی اتاری۔ مگر ہمیں حضرت صاحب کا ٹوپی پہننا یاد نہیں۔ ربوہ میں بجلی تو بہت بعد میں آئی۔ اسی حالت میں گرمیاں بھی گزر جاتی تھیں سردیاں بھی!

پھر ہمیں وہ قیامت بھی یاد ہے جب حضرت اماں جان کا انتقال ہوا۔ ہم نے کسی جنازہ کے ساتھ لمبے لمبے بانس پہلی بار بندھے ہوئے دیکھے۔ لوگ زار و قطار روتے دیکھے۔ حضرت اماں جان کی وفات کی خبر ریڈیو سے تین بار نشر ہوئی۔ لفظ تک ذہن میں ہیں۔ "بڑے افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بیوی اور امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی والدہ محترمہ آج ربوے میں انتقال کر گئیں" اس وقت ربوے کا لفظ سن کر بہت اچنبھا ہوا کیونکہ "امالہ" کا مسئلہ نہیں پڑھا تھا۔ پڑھا بھی ہوتا تو کیا فرق پڑتا تھا جماعت کے اکثر مقرروں کو "امالے" سے آج تک بے اعتنائی کرتے سن اور دیکھ رہے ہیں۔ مگر ریڈیو والوں نے ایک ہی نشریہ میں ہمیں امالے کا مسئلہ ذہن نشین کروا دیا۔

آبادی ریلوے لائن کے دونوں طرف تھی۔ ہم موجودہ دارالصدر والی طرف رہتے تھے اسے محلہ الف کہا جاتا تھا۔ لائن کے پار بھی کوارٹروں کی قطاریں تھیں۔ چاچاجی بھامڑی اور ماجد شاہد ان کوارٹروں میں رہتے تھے۔ گاڑی بھی دن میں شاید ایک ہی آتی تھی۔ صبح چھ بجے کے قریب اور شام کو چھ بجے کے قریب ہم لوگ چنیوٹ جاتے تو اسی گاڑی سے آتے جاتے تھے۔ گاؤں میں تھے تو اپنے گاؤں سے قاضیاں کے قصبہ تک پیدل ہی آتے جاتے تھے۔ بس یہی چنیوٹ جتنا فاصلہ ہو گا۔ مگر پیدل آنا جانا کھلتا نہیں تھا یہاں وہ ماحول نہیں تھا اس لئے "صبح کے بھولے شام کو گھر لوٹتے تھے" پھر ابا جی نے نور الدین صاحب خوش نویس سے ایک پرانی ریلے سائیکل خریدی۔ منشی صاحب سائیکل رکھنے اور کتابت کرنے کے بارہ میں بہت نستعلیق تھے۔ مچھلی کا شکار کھیلنے کے شوقین تھے شاید اب بھی ہوں۔ اس لئے کتابت سے فارغ ہوتے تو کیل کانٹے سے لیس ہو کر دریا پر پہنچ جاتے تھے۔ یہ سائیکل ان کے حوصلوں کا ساتھ نہ دے سکی ہو گی اس لئے آپ نے بیچ دی۔ ابا جی نے دفتر سے پیشگی لے کر یہ قیمتی سائیکل بیس روپے میں خریدی۔ ظاہر ہے ابا جی اپنے بھاری تن و توش کے ساتھ سائیکل پر بیٹھنے سے تو رہے۔ اس لئے سائیکل ہمارے چنیوٹ آنے جانے کے لئے خریدی گئی۔ ماجد شاہد جو ہم سے ایک کلاس آگے تھا اور جثہ میں ہم سے زیادہ توانا تھا ہمارا ساتھی قرار پایا۔ ماجد سائیکل چلاتا ہم اطمینان سے کیریر پر بیٹھتے مگر دو دو سائیکل سواروں نے ایک ڈبل گیئر سسٹم ایجاد کر لیا۔ وہ یوں کہ دریا کی چڑھائی چڑھتے ہوئے پیچھے کیریر پر بیٹھا ہوا سوار پیچھے سے پیڈل چلاتا تھا اور گدی پر بیٹھا ہوا سوار بھی اس کے ساتھ ساتھ پیڈل چلاتا رہتا تھا اس طرح چڑھائی کا مرحلہ طے ہو جاتا تھا مگر یہ ڈبل گیئر اکثر سارا سارا رستہ استعمال ہونے لگا تھا کہ ایک شخص کو سارا وقت سائیکل نہ چلانی پڑے۔ خاص طور پر جب ہوا تیز اور مخالف ہوتی تو یہ سسٹم بہت کار آمد رہتا۔ سڑک پر اکا دکا لاریاں چلتی تھیں۔ وہ بھی گیس پلانٹ سے چلتی تھیں اکثر یوں ہوتا تھا کہ بسوں کا گیس پلانٹ دریا کی چڑھائی چڑھنے کے لئے مناسب قوت مہیا نہ کر سکتا تو بسوں کا انجن دم توڑ دیتا۔ تب سواریاں اتر کر دھکا لگاتیں اور انجن کی مدد کرتیں۔ خدا خدا کر کے چڑھائی ختم ہوتی تو سواریاں ہانپتی کانپتی بس میں سوار ہو جاتیں۔

بسوں کے ڈرائیور ہم سائیکل سواروں پر بہت مہربان تھے کیونکہ بسا اوقات انہیں ہمارے دھکوں پر انحصار کرنا پڑتا تھا۔ سڑک چھوٹی سی تھی بمشکل ایک بس گزر سکتی تھی۔ اردگرد ریت کے انبار تھے اس لئے ہمیں سڑک سے اترنا پڑتا تو ہم سائیکلوں سے ہی اتر جاتے تھے کیونکہ ریت میں دھنس جانے کے بعد سائیکل کو کھینچنا مشکل کیا ناممکن تھا۔ ٹرک اس زمانہ میں بہت شاذ ہی نظر آتے تھے۔ باربرداری کے لئے تانگے یا گھوڑے کام میں لائے جاتے تھے۔ ربوہ کے سبزی بیچنے والے چنیوٹ سے سبزی لاتے اور انہیں تانگوں پر لایا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں گدھا بھی بار برداری کے لئے عام استعمال ہوتا تھا۔ آج کل تو صرف اینٹیں ڈھونے کے لئے یا ریڑھا کھینچنے کے لئے استعمال میں آتا ہے۔ ربوہ میں سب سے پہلے گدھوں کے ذریعہ بار برداری کرنے کا کام ہمارے ایک کلاس فیلو نعمت نے کام شروع کیا۔ اس کے پاس ایک گدھا تھا وہ اس سے اس زمانہ میں دو روپے دیہاڑی کما لیتا تھا اور ہمیں ٹھینگا دکھایا کرتا تھا کہ میں کماؤ پتر ہوں تم لوگ ماں باپ کے ٹکڑوں پر پلتے ہو!

ربوہ کی پہلی پہلی عمارتوں میں یعنی کچی عمارتوں میں جو عمارتیں ہمارے سامنے بنیں دفاتر تحریک جدید کی عمارتیں تھیں۔ تحریک کے دفاتر ایک چوکور احاطہ کی صورت میں تھے۔ یہ احاطہ بعد کو جامعہ کے ہاسٹل کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ ایک احاطہ اور بھی تھا اسے "احاطہ" کہا جاتا تھا اس کے اندر غرباء کے خاندان رہتے تھے۔ ہمارے سکول کے دوستوں میں سے ایک دوست اس احاطہ میں رہتا تھا اس لئے ہمیں اس احاطہ کے اندر آنے جانے کا موقعہ ملتا رہا۔ اب تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت خوش حال اور آل اولاد والا ہے اور لندن میں قیام پذیر ہے۔ مگر اس میں ذرا جو تبدیلی آئی ہو۔ اسے اپنے بچپن کی ساری باتیں اور غربت کے سارے حالات یاد ہیں۔ یہی انسان کی بڑائی ہے۔ کہ کشائش میسر ہو تو عدم کشائش کے زمانہ کو بھول نہ جائے۔ گر بہ دولت برسی' مست نہ گردی مردی!

ہماری گلی میں دونوں طرف کوارٹر تھے بیچ میں کشادہ راستہ تھا ہمارا مکان پہلا تھا مقابل کے پہلے مکان میں بھی بھائی محمد عالم حضرت صاحب کے باڈی گارڈ اور ان کے ابا غلام حسین رہتے تھے۔

دوسرے مکان میں بھائی جان محمد احمد نعیم اور پھوپھا جی حضرت مولوی غلام نبی مصری تھے۔ ہمارے ساتھ کے مکان میں قاری محمد امین اور تیسرے مکان میں مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر تھے۔ ان سے آگے چوہدری اعجاز نصراللہ خاں تھے جو ان دنوں معاون ناظر امور عامہ تھے ان کی جگہ چوہدری عطاء اللہ صاحب آئے۔ سٹیشن کی جانب جہاں گلی ختم ہوتی تھی حافظ غلام محی الدین صاحب نے ایک چھوٹا سا چائے خانہ کھول رکھا تھا۔ مکرم مولوی مصلح الدین وہیں تشریف رکھتے تھے اس لئے ہمارا وہاں آنا جانا تھا۔ ویسے ربوہ کے چائے خانوں میں سیلونی کا چائے خانہ بہت مشہور تھا۔ سیلونی صاحب عجیب خوشبودار چائے بناتے تھے خدا معلوم کون سی پتی استعمال کرتے تھے اور چائے میں کیا خوشبو ملاتے تھے کہ ان کے ہاں سے ایک بار چائے پینے والا انہیں کا ہو کے رہ جاتا تھا۔ ایک کچے کوارٹر کے احاطہ میں ایک بہت بڑا خیمہ اس نے لگا رکھا تھا۔ پھر خدا جانے کیا بجوگ پڑا کہ سیلونی صاحب اپنا بوریا بستر سمیٹ کر ربوہ ہی سے چلے گئے۔ مدتوں بعد انہیں جھنگ کی ضلع کچہری میں ڈیرہ لگائے بیٹھے دیکھا۔ مگر ان سے بات چیت کا موقعہ نہ ملا کہ ان سے پوچھ ہی لیتے کہ ربوہ کے لگے لگائے گاہک چھوڑ کر جھنگ میں آ بیٹھنے میں کیا تک تھی؟ ان کے ہاں صرف چائے ہی اچھی نہیں ہوتی تھی صفائی کا بھی بہت خیال رکھا جاتا تھا۔ صاف ستھرے برتن' صاف ستھری میزیں کرسیاں' اپنے خان میر افغان صاحب قادیان کے زمانہ سے حضرت صاحب کے باڈی گارڈ کے طور پر معروف تھے آپ نے بھی ایک چائے خانہ کھول رکھا تھا اس میں پٹھانوں والی کڑک چائے بیچتے تھے۔ فیاض خاں صاحب کرمانی بھی چائے پلاتے اور اپنی خاموش گفتگو سے گاہکوں کو متمتع کیا کرتے تھے۔ ربوہ کی آبادی میں ایک اور بڑا سا خیمہ تھا وہ ملک عمر علی صاحب کا خیمہ تھا۔ آپ اس خیمہ میں رہتے تھے۔ تحریک جدید کے دفتروں میں کام کرتے تھے۔

ہمارے پڑوس ہی میں پچھلی گلی میں حضرت قاضی عبدالرحیم اور قاضی عبداللہ صاحب رہتے تھے۔ قاضی عبدالرحیم صاحب کی نگرانی میں البیت المبارک اور نیا قصر امامت تعمیر ہوا۔ انجمن اور تحریک کے دفاتر کی عمارتیں بھی غالباً انہی کی نگرانی میں بنیں۔ نہایت محنت کرنے والے بزرگ تھے۔ حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب سے تو کافی دیر تک متمتع ہونے کا موقعہ ملتا رہا۔ قاضی صاحب بہت اونچا سننے لگے تھے مگر شہر بھر میں آپ کا بہت احترام تھا۔ بزرگوں کا ذکر شروع ہو گیا تو حضرت مفتی محمد صادق صاحب یاد آ گئے۔ جب ہم نے انہیں دیکھا تو آپ بہت ضعیف تھے۔ لمبی سفید داڑھی' سر پر سبز پگڑی' بر میں ایک لمبا سا چغہ! غالباً دگلہ تھا یعنی اس میں روئی بھری ہوئی ہوتی تھی۔ حضرت مفتی صاحب آہستہ آہستہ چلتے اور محلہ کے بچوں میں ٹافیاں گولیاں بانٹتے رہتے تھے۔ جدھر سے ان کا گزر ہوتا بچے قطاروں میں کھڑے ان کا انتظار کرتے۔ جو بچہ سلام کرتا حضرت مفتی صاحب اسے ایک گولی دے دیتے۔ کئی بچے ایک جگہ سے ٹافی یا گولی لینے کے بعد لپک کر دوسری جگہ جا پہنچتے اور پھر اپنا حصہ وصول کرتے۔ حضرت مفتی صاحب مسکراتے مگر اسے دوبارہ گولی یا ٹافی دینے سے انکار نہ کرتے۔ حضرت مفتی صاحب کی تقریریں جلسہ سالانہ پر ذکر حبیب کے موضوع پر ہوتی تھیں اور بہت دلچسپی اور احترام سے سنی جاتی تھیں۔ مفتی صاحب کی زبان میں بہت مٹھاس تھی۔ ذکر حبیب ان کی زبان سے بہت مزا دیتا تھا۔ مفتی صاحب کئی بار بات کرتے کرتے واقعات سناتے سناتے آبدیدہ ہو جاتے۔ سارا مجمع رونے لگتا۔ ہمیں حضرت مفتی صاحب کی زبان سے ذکر حبیب سننے کا جو مزہ آیا وہ کسی اور سے سننے میں نہ آیا۔ غالب نے جو کہہ رکھا ہے'

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا!

اس کی سمجھ مفتی صاحب کی تقریریں سن کر آئی۔

دیکھتے دیکھتے ربوہ کی آبادی میں پکے مکانوں کی کثرت ہو گئی۔ انجمن کے دفاتر پکے بن گئے۔ ہم ہسپتال میں کلرکی کرتے تھے تو کچی عمارت میں ہسپتال قائم تھا ایک کمرہ میں کلرک اور ڈاکٹر اکٹھے بیٹھتے تھے۔ دوسرے میں ڈسپنسری تھی جہاں سے بھائی حفیظ اور ان کے کزن بھائی عبدالقیوم دوائیں بانٹتے۔ وہیں آس پاس ہی کہیں ہمارا یار لطف الرحمان شاکر' صبر شکر کے ساتھ بیٹھا اپنی خوردبین میں سلائیڈیں دیکھتا اور پالی پالی لمفو لمفو گنتا رہتا۔ اور خدا معلوم ان لفظوں کا کیا مطلب تھا مگر اب تک یاد ہیں۔ پھر بڑا ہسپتال بنا۔ ربوہ کا نقشہ بدل گیا۔ بسوں کا اڈہ بن گیا۔ سٹیشن پر لکڑی گیلیوں سے بنے ہوئے چھوٹے سے کمرہ کی بجائے ذرا بڑا کمرہ بن گیا۔ پلیٹ فارم تو اب جا کر کہیں نئی عمارت کے بعد اونچا ہوا ہے۔ اس زمانہ میں بالکل ہی زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ ایک دوبار حضرت صاحب کہیں تشریف لے گئے تو ان کے لئے لکڑی کا بنا ہوا پائیدان علیحدہ سے مہیا کیا گیا۔

جلسہ سالانہ بھی خوب ہوتا تھا۔ کچی بیرکیں بنتیں۔ ان پر سرکنڈے کی چھت ڈالی جاتی۔ ایک بار ہمیں یاد ہے کہ ایک بیرک میں اچانک آگ لگی اور دیکھتے دیکھتے ساری بیرکیں اس کی زد میں آ گئیں۔ خشک سرکنڈے کی چھتیں اور اندر پرالی۔ چشم زدن میں ساری بیرکیں راکھ کا ڈھیر بن گئیں۔ مگر کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ خدام نے تگ و دو کر کے آگ بجھالی۔ اگلے روز پھر چھتیں ڈالی دی گئیں جلسہ کا انتظام جاری رہا۔ ہم نے شعلوں کی لپکتی زبانیں دیکھیں تو بہت خوف آیا مگر کام کرنے والوں کے حوصلے بلند تھے کوئی زیادہ فرق نہیں پڑا۔ بعد میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر چنیوٹ یا سرگودھے کی میونسپل کمیٹیوں سے فائر بریگیڈ کی گاڑیاں عاریتاً منگوائی جاتیں اور جلسہ کے دنوں میں ربوہ میں موجود رہتیں ہم نے کبھی انہیں استعمال ہوتے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہی رہا اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو ہمیشہ ہر قسم کی آگ سے محفوظ ہی رکھا ہے۔

(سب تعریف اللہ کے لئے ہے)

ڈاک خانہ بھی ایک کچی عمارت میں تھا۔ اس میں پوسٹ ماسٹر ایک صاحب برج لال شاہ تھے۔ ہم لوگ حیران ہوا کرتے تھے کہ یہ عیسائی ہو کر شاہ کیوں کہلاتے ہیں؟ پھر سوچا برنارڈ شاہ کی طرح کے شاہ ہوں گے۔ بڑے نستعلیق آدمی تھے۔ صاف ستھرے کپڑے پہنتے۔ خاکی رنگ کی زین کے کپڑے' سر پر سولا ہیٹ محترم صاحبزادہ میاں منور احمد صاحب جب ربوہ کی نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی کے کرتا دھرتا تھے' کمیٹی کی طرف جاتے تو برج لال شاہ صاحب ہیٹ اتار کر انہیں سلام کیا کرتے تھے۔ کمیٹی کا ایک دو کمروں کا دفتر ڈاک خانہ کے ساتھ ہی تھا۔ اپنے برکت اللہ صاحب بعد کو ربوہ کے پوسٹ آفس میں آئے یا شاید اس وقت بھی موجود ہوں ہمیں علم نہیں۔ ان کے صاحبزادے مطیع اللہ درد سے کالج کے زمانہ میں دوستی اور مدیرانہ رفاقت شروع ہوئی۔ المنار میں اکٹھے رہے۔ مطیع اللہ درد انگلستان چلے گئے اور وہیں کہیں غائب ہو گئے۔ مدتوں سے ملنا ملانا نہیں ہوا۔ خدا کرے خیریت سے ہوں۔ برکت اللہ صاحب کے دوسرے صاحبزادے رفیع اللہ ٹیلی فون کے محکمہ میں تھے اب بھی شاید ہوں۔ برکت اللہ صاحب بھی ریٹائر ہونے کے بعد ایک سب پوسٹ آفس بنا کر کام میں مصروف رہے۔ معلوم نہیں حیات ہیں یا گزر گئے۔ خوب آدمی تھے۔ غالباً مولانا درد صاحب کے عزیزوں میں سے تھے یا شاید بھائی تھے؟ واللہ اعلم بالصواب۔

بین المملکتی حالات - واقعات - شخصیات

افغان سفیر کا شکوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پاکستان میں طالبان حکومت کے پہلے سفیر مولوی شہاب الدین دلاور نے کہا ہے کہ ہم افغانستان میں انقلاب کے ذریعے اسلام لانا چاہتے ہیں۔ لیکن ہماری سب سے پہلی ترجیح افغانستان میں امن قائم کرنا ہے۔ اور امن قائم کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ غیر ملکی مداخلت ہے۔ ہمیں عالمی قوتیں اس بات کی یقین دہانی کرائیں کہ کوئی ملک افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔ تو اس بات کی یقین دہانی ہم کرواتے ہیں کہ افغانستان میں امن ہم قائم کریں گے ایک انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ ہم نے جن ممالک پر افغانستان کے اندرونی معاملات میں ملوث ہونے کے الزامات عائد کئے ہیں وہ محض زبانی نہیں ہیں۔ بلکہ ہمارے پاس اس سلسلے میں ناقابل تردید شواہد موجود ہیں۔ انہوں نے شکوہ کیا کہ پاکستان ایران اور بھارت نہ صرف مسلسل مداخلت کر رہے ہیں بلکہ ہمارے مخالفین کو باضابطہ اسلحہ بھی فراہم کیا جا رہا ہے۔ اور در حقیقت طالبان کی مزاحمت اسی بیرونی اسلحہ سے ہو رہی ہے۔

افغان سفیر متعینہ پاکستان نے الزام لگایا کہ مداخلت میں سب سے پیش پیش ایران ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایران نے افغان سرحد کے نزدیک 20 تربیتی کیمپ قائم کر رکھے ہیں۔ جہاں طالبان کے مخالفوں کو تربیت دے کر افغانستان بھیجا جاتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایرانیوں کا اسلحہ سمگل کرنے کا طریق یہ ہے کہ وہ تابوتوں میں اسلحہ ڈال کر سمگل کرتے ہیں۔ ایسے 19 تابوت پکڑے گئے ہیں۔ انہوں نے پاکستان کی مداخلت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان ایک ہمسایہ اسلامی ملک کی حیثیت سے مداخلت کر رہا ہے۔ اس نے افغانوں کو عسکری امداد نہیں دی۔

افغان سفیر کا شکوہ اپنی جگہ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جب سے روس نے افغانستان میں فوجیں داخل کیں اس دن سے افغان مجاہدین کی مختلف تنظیموں نے بیرون افغانستان ممالک سے امداد حاصل کرنی شروع کر دی۔ اس امداد میں اسلحہ کے ساتھ ساتھ روپیہ پیسہ اور دیگر اجناس بھی تھیں۔ ان کی منشیات کی سمگلنگ سے بھی چشم پوشی کی جاتی رہی۔ پھر روسی چلے گئے تو مختلف مجاہدین تنظیموں نے بیرونی ممالک سے اپنا رابطہ برقرار رکھا۔ اور اسلحہ کے علاوہ مالی و دیگر امداد وصول کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ جو بھی لڑ بھڑ کر حکومت حاصل کرتا ہے وہ یہ مطالبہ شروع کر دیتا ہے کہ بیرونی مداخلت بند کی جائے۔ حالانکہ اس نے خود بیرونی مداخلت سے حکومت حاصل کی ہوتی ہے۔

یہ بات درست ہے کہ افغانستان کے مسئلہ کا اصل حل بیرونی مداخلت کا خاتمہ کرنا ہے۔ مگر یہ فیصلہ تو خود افغانوں کو کرنا ہے۔ اور مشترکہ طور پر فیصلہ ہونا چاہئے۔ اور پھر اس پر عمل بھی ہونا چاہئے۔

OOO

امریکی منصوبہ

اخبارات قیاس آرائیوں پر مبنی ایسی خبریں بھی شائع کرتے رہتے ہیں جو فی الوقت تو محض گپ لگتی ہیں لیکن کوئی وقت آ جاتا ہے کہ وہی بات پوری ہو جاتی ہے۔ بنگلہ دیش کے قیام سے پہلے ایسی خبریں ملتی تھیں کہ امریکہ نے یا فلاں نے مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کا منصوبہ بنا لیا ہے۔ مگر کوئی پاکستانی دل سے اس خبر کو تسلیم نہ کرتا تھا۔ لیکن ایک روز یہ بات پوری ہو گئی۔

اب یہ تبصرہ نما خبر شائع ہوئی ہے کہ امریکہ نے نیو ورلڈ آرڈ میں مزاحمت کے ممکنہ خطرے کے پیش نظر ایشیائی خطے کے ممالک کو خصوصاً پاکستان' بھارت اور افغانستان کے سیاسی اقتصادی اور معاشی شعبوں کے علاوہ جغرافیائی تقسیم کی بھی منصوبہ بندی کر لی ہے۔ منصوبہ بندی کے تحت مقبوضہ جموں و کشمیر آزاد کشمیر پاکستان اور تمام شمالی علاقہ جات کو ملا کر ایک متحدہ ریاست بنانے کا فیصلہ ہو گیا ہے۔

ادھر افغانستان کو قوموں قبیلوں اور مذاہب کی بنیاد پر تین مختلف ممالک سے جوڑ کر پاکستان سے ملحقہ قبائلی اور سرحدی علاقوں کو ملا کر ایک نئی ریاست پختونستان کے نام سے معرض وجود میں لانے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔

جبکہ چین کے کچھ خود مختار صوبوں کو علیحدہ کر کے ایک حصہ تائیوان دوسرا کوریا اور تیسرا وسطی چین کے ساتھ ملانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اطلاعات و اعلانات

ضرورت انسپکٹران مال وقف جدید

○ نظامت مال وقف جدید کو انسپکٹران کی آسامیوں کے لئے خدمت سلسلہ کا شوق رکھنے والے کم از کم میٹرک پاس احباب کی درخواستیں مطلوب ہیں۔

درخواست کے ساتھ فوٹو کاپی سند میٹرک' فوٹو کاپی شناختی کارڈ' عمومی کوائف اور مختصر خاندانی تعارف لکھ کر مکرم امیر صاحب / صدر صاحب جماعت کی سفارش سے بھجوائیں۔

(ناظم مال وقف جدید)

گورنمنٹ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کا شاندار نتیجہ

○ امسال گورنمنٹ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کا میٹرک کا نتیجہ 89% رہا احمد طارق رول نمبر13906 تحصیل چنیوٹ میں 746 نمبر لے کر دوم رہا اور سکول میں اول پوزیشن حاصل کی۔ اور نبیب الاسلام رول نمبر13844 نے 736 نمبر لے کر سکول میں دوسری اور احسان اللہ رول نمبر13876 نے 735 نمبر لے کر سکول میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔

کل161 طلباء نے امتحان دیا۔ ان میں سے 78 طلباء نے فرسٹ ڈویژن اور باقی سب سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہوئے۔ دس وظائف متوقع ہیں۔

گورنمنٹ جامعہ نصرت برائے خواتین میں داخلہ گیارھویں کلاس

○ کالج ہذا میں گیارھویں کلاس (پری انجینئرنگ' پری میڈکل اور آرٹس میں داخلہ برائے سیشن 99-97ء چودہ جولائی سے 5۔اگست تک بغیر لیٹ فیس کے جاری رہے گا۔ داخلہ گورنمنٹ کی پالیسی کے مطابق میرٹ کی بنیاد پر ہوگا۔ سپیشل سیٹس پر داخلہ کے لئے الگ فارم داخلہ جمع کروانا ہوگا۔ دفتر میں داخلہ فارم 15 جولائی 97 تک وصول کئے جائیں گے۔ پراسپکٹس اور داخلہ فارم دفتر سے دفتر کے اوقات میں حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

(پرنسپل گورنمنٹ جامعہ نصرت گرلز کالج ربوہ)

نصرت جہاں انٹر کالج ربوہ میں داخلہ

○ فیصل آباد بورڈ کے اعلان کردہ شیڈول کے مطابق نصرت جہاں انٹر کالج ربوہ میں ایف۔اے' ایف ایس سی' پری میڈیکل' پری انجنیر نگ اور Stat-Math-Economics کے Combination کے ساتھ داخلہ کے لئے درخواستیں موصول ہونے کی آخری تاریخ 15 جولائی 1997ء ہے جبکہ انٹرویو 5۔اگست 1997ء کو صبح آٹھ بجے ہوگا۔ داخلہ فارم اور پراسپکٹس دفتری اوقات میں اکیڈمی سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ درخواست فارم کے ساتھ درج ذیل Documents منسلک کی جائیں:-

1۔دوعدد حالیہ فوٹوگراف
2 سندیا رزلٹ کارڈ کی فوٹو کاپی
3 اچھے چال چلن کا سرٹیفکیٹ
4 فیصل آباد بورڈ کے علاوہ کسی دوسرے بورڈ سے آنے والے طلباء کے لئے N.O.C لف کرنا ضروری ہے۔
5 نصرت جہاں اکیڈمی کے علاوہ درخواست دہندہ طلباء کے والد یا سرپرست کے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی لف کرنا ضروری ہے۔

پرنسپل نصرت جہاں انٹر کالج ربوہ

اعلانات

○ انسٹی ٹیوٹ آف کیمیکل انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی پنجاب یونیورسٹی نے M.Sc. اور پوسٹ گریجوایٹ ڈپلومہ کورسز میں داخلہ کا اعلان کیا ہے۔ درخواست فارم300 روپے کے عوض انسٹی ٹیوٹ سے دستیاب ہیں۔ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 7۔ اگست 1997ء ہے۔

انسٹی ٹیوٹ آف Environmental انجینئرنگ اور ریسرچ۔ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور نے M.Sc. پروگرام میں داخلہ کے لئے درخواستیں طلب کی ہیں۔ داخلہ فارم ادارہ سے مل سکتے ہیں۔ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 21۔جولائی ہے۔

انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ ریسرچ پنجاب یونیورسٹی نے Ph.D پروگرام میں داخلہ کے لئے درخواستیں طلب کی ہیں۔ درخواست فارم 200 روپے کے عوض دفتر سے یا225 روپے کا ڈرافٹ ارسال کرکے منگوائے جاسکتے ہیں۔ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 2۔ اگست 1997ء ہے۔

○ فیڈرل پبلک سروس کمیشن BPS-17 میں ریکروٹمنٹ کے لئے مقابلہ کا امتحان 15 نومبر97ء سے ڈیرہ اسماعیل خان۔ فیصل آباد' حیدر آباد' اسلام آباد' کراچی' لاہور' لاڑکانہ' ملتان' پشاور' کوئٹہ اور سکھر میں لے گی۔ درخواست دہندہ کا کم از کم سیکنڈ کلاس میں بیچلرز ہونا ضروری ہے۔ درخواست فارم 300 روپے کی فیس کی امتحانی فیس کی رسید دکھا کر کمیشن کے مختلف شہروں میں واقع دفاتر سے حاصل کئے جاسکتے ہیں تمام فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ31 جولائی 97ء ہے۔

(نظارت تعلیم)

پتہ درکار ہے

○ مکرمہ سکینہ بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم سعید احمد صاحب نے 1973ء میں گوٹھ جان محمد ضلع تھرپارکر سندھ سے وصیت کی تھی اس کے بعد اب تک ان کا دفتر سے رابطہ نہیں ہے۔ اگر وہ خود پڑھیں یا ان کے کسی عزیز کو ان کے بارہ میں علم ہو تو دفتر سے رابطہ کریں۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ)

بقیہ صفحہ 1

اس کے خلق حسن نے ہمیں آمادہ کیا ورنہ دلیل کی بات نہیں تھی۔ یہ ہم میں رہتے ہوئے اجنبی تھا ہمارے ماحول میں ایک مختلف قسم کی چیز تھی جس نے توجہ کو کھینچا ہے اور اس کے اخلاق نے ہمارے دلوں میں یقین پیدا کیا یعنی اپنے متعلق کہتا ہے میرے دل میں یقین پیدا کیا کہ یہ غلط انسان نہیں ہے یہ مختلف اور اجنبی اور دلکش وجود ہے۔ اور جب اس ماحول میں اس رجحان کے ساتھ اس لٹریچر کا مطالعہ کیا جو اس احمدی نے دیا تو دل تو پہلے ہی آمادہ تھا دل کے دروازے تو پہلے ہی کھول دیئے گئے تھے اس نے ہر بات پر "امنا و صدقنا" کہا کیونکہ جب اس شخص سے پیار ہو جائے جس کے اخلاق متاثر کرتے ہیں تو اس بات کی باتوں کے خلاف دل میں کوئی رد عمل نہیں ہوتا اور پھر (دعوت الی اللہ) کام آتی ہے' پھر مونہہ کے لفظ میں بھی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

(از خطبہ 29 نومبر1996ء)

احمدیہ ٹیلی ویژن انٹرنیشنل کے پروگرام

ہفتہ 12۔جولائی 1997ء

12-30 طبی معاملات۔ازڈاکٹر ایم۔ایچ خان
1-30 خطبہ از حضرت صاحب۔
2-45 حضرت صاحب کی ملاقات اردو بولنے والے احباب کے ساتھ۔
4-00 اگلی شفٹ کے پروگرام۔
4-05 تلاوت-حدیث-خبریں۔
4-30 چلڈرنز کارنر۔ملاقات۔
5-00 لقاء مع العرب۔
6-00 احمدیہ ٹیلی ویژن۔ یو۔ ایس۔ اے پروڈکشن۔ازایم۔اے۔چیمہ صاحب نمبر (9)
7-00 اردو کلاس۔
8-00 کمپیوٹرز سب کے لئے۔
9-00 حضرت صاحب کی ملاقات۔ اردو بولنے والے احباب کے ساتھ۔
10-00 اگلی شفٹ کے پروگرام۔
10-05 تلاوت-حدیث-خبریں۔
10-30 چلڈرنز کارنر۔ملاقات حضرت صاحب کے ساتھ۔
11-00 سرائیکی پروگرام۔
12-00 طبی معاملات۔ازڈاکٹر ایم۔ایچ خان۔
1-00 لقاء مع العرب۔
2-00 اردو کلاس۔
3-00 انٹرویو مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ۔ امیر جماعت احمدیہ پنجاب۔(حصہ دوئم)۔
4-00 اگلی شفٹ کے پروگرام۔
4-05 تلاوت-خبریں۔
4-30 چینی زبان سیکھئے۔
5-00 مجلس سوال وجواب۔ حضرت صاحب کے ساتھ (84-2-17) ناصر آباد (سندھ)
6-00 بنگالی پروگرام۔
7-00 چلڈرنز کلاس-97-7-12
8-00 لقاء مع العرب۔
10-00 اگلی شفٹ کے پروگرام۔
10-05 تلاوت-حدیث-خبریں۔
10-30 چلڈرنز کارنر۔ناصرات سپورٹس ربوہ۔
11-00 جرمن پروگرام۔

بقیہ صفحہ 4

میں نارمل سکول کے ہیڈ ماسٹر متعین رہے۔ آپ کو ہندی اور بنگلہ زبانوں میں بھی مہارت حاصل تھی۔ کچھ عرصہ بہار بندھو' وغیرہ اخبارات کے ایڈیٹر رہے۔ آپ بلند پایہ مصنف بھی تھے۔

ایک درویش صفت بزرگ سے مذاکرات سے آپ کے قلب صافی نے جلا پایا اور دین حق پر پوری طرح عامل ہو گئے۔ آپ رفاہ عام کے کاموں میں شرکت کرتے تھے پٹنہ کے رفاہ عام سے متعلق ہر جلسہ میں آپ کی تقریر ہوتی تھی۔ آپ نے ہدایت خداوندی کی تعمیل میں مدرسہ کی ہیڈ ماسٹری اور دیگر دنیوی مشاغل 1886ء میں ترک کردئے۔ تابقیہ عمر دین حق کا وعظ کریں۔ آپ کو "شمس الواعظین" کا لقب عطا ہوا۔ سات سال تک ہندوستان کے طول و عرض میں وعظ کا سلسلہ جاری رکھا۔ کئی سوہنود نے آپ کے دست مبارک پر دین حق قبول کیا۔

1893ء میں بمقام لاہور آپ کی ملاقات علامہ دہر حضرت حکیم نور الدین صاحب رفیق حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے ہوئی جن کی گفتگو سے وہ بہت متاثر ہوئے بعدہ 2 جنوری 1894ء کو حضرت سیٹھ عبدالرحمان صاحب آف مدراس کے ہمراہ قادیان تشریف لے گئے جہاں اولین ملاقات میں ہی وہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہزار جان سے عاشق ہو گئے اور 11 جنوری 1894ء میں آپ نے بیعت کرلی "انجام آتھم" میں تین سو تیرہ رفقاء میں آپ کا نام مرقوم ہے۔ آپ 43 برس 6 ماہ کی عمر میں انتقال کر گئے۔ وفات کے قریب آپ نے ایک کتاب "تائید حق" تالیف کی تھی جو کئی بار طبع ہوئی۔

خبریں

ربوہ : 11 جولائی-1997ء
درجہ حرارت کم از کم 26 درجے سنٹی گریڈ
زیادہ سے زیادہ 39 درجے سنٹی گریڈ

○ وزیر اعظم محمد نواز شریف نے کہا ہے کہ سرکاری خزانے لوٹنے والی بڑی مچھلیوں کو چھوڑنے کا الزام غلط ہے۔ احتسابی مہم کے دوران صرف چھوٹے سرمایہ داروں پر ہاتھ ڈالنے کی بات بھی درست نہیں ہے لاہور کے چوٹی کے دولت مند خاندانوں سے کوئی رعایت نہیں کی جارہی ہے۔

○ لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس ملک محمد قیوم نے کہا ہے کہ 90ء سے احتساب شروع کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلے کا جرم عدالت میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔ یا جرم ہوا ہی نہیں۔ احتساب سیل کمشنر کو ریفرنس نہ بھجوائے تو ہائی کورٹ موجود ہے۔ احتساب سیل وزیر اعظم' وزیر یا حکمران جماعت کے کسی رکن کے خلاف "فول پروف" الزامات کے تحت ریفرنس نہ بھیجے تو عدالت سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔ لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس نے کہا ہے کہ ریفرنس بھیجنے کا اختیار صرف احتساب کمشنر کے پاس ہے جو آزاد ہے وہ احتساب سیل کا پابند نہیں ہے۔

○ لاہور ہائی کورٹ نے حکومت پنجاب کی درخواست پر سابق وزیر اعلیٰ مسٹر منظور وٹو کو نوٹس جاری کر دیا ہے حکومت نے منظور وٹو کی گرفتاری کے لئے فاضل عدالت سے پیشگی اجازت طلب کی تھی۔ حکومت کی جانب سے ایڈووکیٹ جنرل پیش ہوئے درخواست میں کہا گیا کہ منظور وٹو کے خلاف محکمہ انٹی کرپشن نے 5 مقدمات درج کر رکھے ہیں مگر وہ شامل تفتیش نہیں ہو رہے۔

○ سابق وزیر اعلیٰ پنجاب منظور وٹو نے کہا ہے کہ میں کسی گرفتاری سے نہیں ڈرتا۔ اور میں حکومت کی بدعنوانیوں کو بے نقاب کرتا رہوں گا۔ میں نے حکومت کی غلط کاریوں کی نشان دہی کی تو حکومت نے ایجنسیوں کو میرے خلاف مقدمات بنانے کی ڈیوٹی لگادی ہے۔

○ مہران سکینڈل کے مرکزی کردار یونس حبیب کے مبینہ اعتراضات پر مشتمل بیان سے صدر مملکت سردار فاروق احمد خان لغاری کے رضی فارم کا خرید و فروخت کے بارے میں حصہ حذف کر دیا گیا ہے۔ ایک انتہائی بااثر شخصیت کی مداخلت پر احتساب سیل کے سربراہ سینٹر سیف الرحمان نے ایوان صدر میں صدر لغاری سے دو گھنٹے ملاقات کی اور یونس حبیب کے اعتراضات سے انہیں آگاہ کیا۔

○ مانسہرہ میں دوبارہ آسمانی بجلی گرنے۔ طوفانی بارش اور ندی نالوں میں شدید طغیانی سے 10۔ افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ امدادی کاموں میں موسم کی خرابی سے شدید مشکلات پیش آرہی ہیں۔

○ وزیر خارجہ گوہر ایوب خان نے اپنے دورہ کے دوران روسی وزیر خارجہ سے ملاقات کر کے انہیں افغان تنازعہ سے متعلق پاکستانی موقف اور بین الاقوامی کانفرنس کی افادیت سے آگاہ کیا۔ جبکہ روسی وزیر خارجہ نے کہا کہ افغانستان میں وسیع البنیاد حکومت کی تشکیل بحران کا بہترین حل ہے۔

○ بھارت کی مسلح افواج کے کمانڈر انچیف جنرل شرما نے کہا ہے کہ سیاچن کی جنگ بھارت کو مہنگی پڑ رہی ہے کیونکہ پاکستان نے سیاچین میں لڑنے کے لئے جو دستے تیار کئے ہیں۔ ان کے پاس ایسے ہتھیار ہیں جو سریع الحرکت ہیں اور ان کو چند منٹوں میں اگلے مورچوں پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ جبکہ بھارت اپنی روایتی ماؤنٹین ڈویژن سے سیاچن میں پاکستان کا مقابلہ کر رہا ہے۔ لہٰذا کئی سال کی جنگ کے بعد بھی بھارت اپنا مقصد حاصل نہیں کرسکا۔

○ کراچی میں آل پارٹیز کانفرس نے مسئلہ کراچی کے حل کے لئے مردم شماری بلدیاتی انتخابات اور ہتھیاروں سے پاک سیاست کو لازم قرار دیا ہے۔ یہ کانفرس پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی کے سربراہ نوابزادہ نصراللہ خان کی صدارت میں ہوئی اور اس میں پیپلزپارٹی۔ مسلم لیگ (ن) جماعت اسلامی جے یو پی۔ این پی۔ پی اور شہید بھٹو گروپ سمیت پندرہ سے زائد پارٹیوں کے رہنماؤں نے شرکت کی۔

○ امریکی قونصلر نے کہا ہے کہ لاہور سے ویزا کا اجراء بند کرنا ہمارا انتظامی مسئلہ ہے۔ فیصلہ بجٹ مہم کے تحت کیا گیا ہے۔ کراچی میں ویزا سروس شروع کرنے کے لئے بات چیت ہو رہی ہے۔ لاہور میں امریکی ویزا کی سروس 1 جولائی سے بند کر کے اسلام آباد میں امریکی سفارتخانہ میں 28 جولائی سے دوبارہ شروع ہو جائے گی۔

○ گرمی اور لوڈشیڈنگ کا عذاب جاری ہے مزید چار افراد گرمی سے جان بحق ہو گئے ہیں غیر اعلانیہ لوڈشیڈنگ نے زندگی اجیرن کر دی ہے۔ برف کی قیمت میں زبردست اضافہ کر دیا گیا ہے۔

○ کراچی میں دہشت گردی اور امن و امان کی سنگین صورتحال پر ایم کیو ایم نے امریکہ کے پاکستان میں سفیر سے رابطہ کیا ہے۔ ایم کیو ایم کے تین رکنی وفد نے ... سے ملاقات کی اور کراچی کی صورتحال پر غور کیا گیا۔ جس میں ایجنسیوں کو گرفتاریوں کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔ امریکی سفیر نے کہا کہ اگر یہی صورتحال برقرار رہی تو متوقع سرمایہ کاری ہی متاثر نہیں ہوگی بلکہ جن منصوبوں کا آغاز ہو چکا ہے ان کے بھی بند ہونے کا احتمال ہے۔

○ کراچی میں اپریشن فلاپ ہو گیا۔ پولیس ایک بھی دہشت گرد نہ پکڑ سکی۔ شہر کو اسلحہ سے پاک کرنے کا مقصد بھی حاصل نہ ہو سکا۔

○ استوائی گنی کا ایک جعلی وزیر اطلاعات پاکستان آیا۔ جسے مکمل پروٹوکول دیا گیا۔ صدر مملکت وزیر خزانہ تاجران اور صنعتی نمائندوں سے بھی ملاقاتیں کیں صدر مملکت سے ملاقات T.V پر دکھائی گئی۔ 6 جولائی کو میڈرڈ (سپین) کی ائیرپورٹ پر پولیس نے پکڑ لیا۔ سوٹ کیس سے 15 کلو ہیروئن نکلی۔ مذکورہ وزیر پاکستان آنے سے کئی روز قبل مستعفی ہو چکا تھا۔ لیکن سفارتی پاسپورٹ واپس نہ کیا تھا اور اسے استعمال کر رہا تھا۔ وہ گنی کے صدر کا داماد ہے۔ ہسپانوی پولیس کا کہنا ہے کہ اس نے پاکستان میں مشہور ایرانی سمگلر سے بھی رابطہ کیا تھا۔

اہالیانِ ربوہ کیلئے ایک اور خدمت

اب ہر قسم کی مفردات (جڑی بوٹیاں) خالص اور معیاری بازار سے بارعایت دستیاب ہیں۔
اسی طرح مربہ سیب، مربہ ہرڑ، مربہ گاجر، مربہ بہہ مربہ آملہ معیاری صاف ستھرے اور بارعایت خریدیں
منیجر: خورشید یونانی دواخانہ جنرل ربوہ
فون: 538

خوشخبری

بیرون ملک سفر، تعلیم، سپانسرشپ اور امیگریشن قوانین سے متعلق پیشہ وارانہ خدمات کیلئے آپ کے معاون اور مددگار
فاروق لاء ایسوسی ایٹس
8-B-15 چغتائی پلازہ بلیو ایریا اسلام آباد
فون: 825275

ضرورت ہے
• آفس ورک کیلئے تعلیم کم از کم میٹرک عمر 25 تا 35 سال
• گھریلو کام کیلئے خادم
پتہ برائے رابطہ:-
میاں بھائی پٹہ کمانی فیکٹری گلی 5 نزد الفرخ مارکیٹ کوٹ شہاب الدین جی ٹی روڈ شاہدرہ لاہور۔
فون: 7932514 7932515 7932516

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے بعد

پنجاب بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن لاہور

کے انقلابی پروگرامز ایک روشن مستقبل کی ضمانت کے ساتھ

DBA ڈپلومہ ان بزنس ایڈمنسٹریشن
میٹرک پاس طلباء و طالبات کے لئے انٹرمیڈیٹ کی سطح کا یہ دوسالہ پروگرام کامرس، بزنس اور کمپیوٹر سائنسز کے جدید مضامین پر مشتمل ہے۔ جس کو حکومت پاکستان کے محکمہ تعلیم نے انٹرمیڈیٹ کے مساوی قرار دیا ہے D.B.A/B.C.S/B.B.A/B.Com کے بعد تمام سرکاری رغیر سرکاری تعلیمی اداروں میں B.Sc/B.A. میں داخلہ لیا جاسکتا ہے۔

DCS ڈپلومہ ان کمپیوٹر سائنسز
انٹرمیڈیٹ پاس طلباء و طالبات کے لئے کمپیوٹر سائنسز کے جدید علوم پر مشتمل یہ ایک سالہ پروگرام ہے جو آپ کے لئے آپ کی پیشہ وارانہ زندگی میں ایک بہترین مستقبل کی ضمانت ثابت ہو سکتا ہے۔
(اس پروگرام میں انٹر کے نتائج کا انتظار کرنے والے سٹوڈنٹس بھی مشروط داخلے کے اہل ہیں)

DBA اور DCS پروگرامز کا امتحان پنجاب ٹیکنیکل بورڈ لیتا ہے اور کامیاب طلباء و طالبات کو ڈپلومہ بھی بورڈ ہی جاری کرتا ہے۔ لاہور کالج میں DBA سیشن 99-1997ء اور DCS (سیشن جولائی 97ء تا جون 98ء) کے لئے داخلے جاری ہیں۔

Further Enquiries are Welcomed By:
Waseem Ahmad (Principal Lccms/Member Technical Board)

لاہور کالج آف کمپیوٹر اینڈ مینجمنٹ سائنسز لاہور

Offices Open : 8 am to 8 pm

19 ایل گلبرگ III نزد ماڈل ٹاؤن موڑ فیروز پور روڈ۔ لاہور Phone:(042)5863696

1- دربار مارکیٹ چوک داتا دربار لاہور (حبیب بینک کے اوپر) Phone:(042)7246482